سہ ماہی — نئی دھلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر:۵ شمارہ نمبر:۱ | اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۰ء | قیمت:40روپے

ایڈیٹر:

(مولانا) سید نظام الدین

مرکزی دفتر:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ نئی دہلی

فون: 011-26322991

فون وفیکس 011-26314784

E-mail:aimplboard@gmail.com

اس شمارہ میں

- صدر بورڈ کا پیغام
- اداریہ
- مختصر رپورٹ

پتہ صدر بورڈ:

Nazim Darul Uloom Nadwatul Ulama, Post Box No.93
Lucknow-226007 (U.P.)
E-mail: rabeynadwi@yahoo.com

پتہ جنرل سکریٹری بورڈ:

Imarat-e-Sharia, Phulwari Sharif
Patna-801505 (Bihar)
E-mail:nazim_imarat@rediffmail.com

پرنٹر:

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ1/ 76 A، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر بورڈ کا پیغام

****

اس آزاد سیکولر اور جمہوری ملک میں مسلم اقلیت اور غیر مسلم اکثریت کے درمیان تعلقات میں وقتاً فوقتاً کسی مسئلہ میں تلخی پیدا ہوکر امن وامان کی بربادی تک پہونچ جاتی ہے، وہ عموماً موقع پرست رہنماؤں کی طالع آزمائی کا نتیجہ ہوتی ہے، وہ اس سے اپنے سیاسی مفادات کے حصول میں مدد لیتے ہیں، اور اکثریت کے قائدین میں سے کچھ لوگ اس کو مذہبی رنگ دیکر فرقہ وارانہ برتری کا مقصد حاصل کرنے کا اسے بہترین ذریعہ بنالیتے ہیں، ورنہ دونوں فرقوں کے درمیان مذہبی فرق کے باوجود یہاں سابقہ زمانوں میں وطنی بنیاد پر برابر ہم آہنگی کا معاملہ رہا ہے، مذہب کے معاملہ میں رکاوٹ یا مداخلت نہیں تھی، ٹکراؤ کی فضا کبھی جو بنی ہے تو اس کے پیچھے باہری طاقت کا ہاتھ رہا، ورنہ اس ملک کو مسلمانوں نے باوجود اکثریت میں نہ ہونے کے اپنا پسندیدہ وطن سمجھا، بلکہ اس ملک میں ان کا بڑا تعمیری رول رہا ہے۔

اس ملک کو انھوں نے بڑی ترقی دی، اس کو بنایا اور سنوارا، اور یہاں اہل وطن کے ساتھ دوستانہ و برادرانہ تعلق رکھا، اور اس ملک سے اپنی پسندیدہ وابستگی کا ثبوت دیا، ملک کی اکثریت کے ساتھ ان کے برابر خوشگوار تعلقات رہے، اور دونوں نے شانہ بشانہ مل کر ملک کو آزاد کرایا۔ آزادی ملنے کے بعد دونوں کے درمیان جو تلخی پیدا ہوئی، غور کیا جائے تو وہ اصلاً باہری طاقتوں کی اختیار کردہ حکمت عملی تھی، لہذا ضرورت تھی کہ اس ملک کو اپنے شاندار ماضی کی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ملکی آزادی کے ساتھ سامراجی ڈپلومیسی سے بھی اپنے کو آزاد کرنا چاہئے تھا، لیکن افسوس ہے کہ سامراج کی تخریبی ڈپلومیسی کے نمونے آزادی کے بعد بھی سامنے آتے رہتے ہیں، جو سیاسی مفادات کی غرض سے اس ملک کی اکثریت کے بعض مفاد پرست رہنماؤں کی طرف سے اقلیتوں کو نظر انداز کردینے اور دستور کے دیئے ہوئے حقوق کو ختم کردینے کے مطالبہ تک پہونچ جاتے ہیں، اگرچہ اکثریت کے انصاف پسند رہنماؤں کی طرف سے مسلمانوں کو دستور کے مطابق ان کا حق دینے کی کوشش کی جاتی ہے، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا اظہار بھی کیا جاتا ہے، البتہ کبھی کبھی اس میں سیاسی مفادات کا حصول بھی کارفرما ہوتا ہے۔

بابری مسجد مسئلہ کے ساتھ تقریباً یہی بات رہی کہ اکثریتی فرقہ کے سیاسی طالع آزماؤں نے فرقہ وارانہ ٹینشن پیدا کرنے کے ذریعہ اس میں دلچسپی لی، ورنہ وہ شروع میں ایک سادہ سا انتظامی مسئلہ تھا، اس کا صحیح حل نکالنے میں انتظامیہ سے کوتاہی ہورہی تھی، ورنہ سیدھی بات تھی کہ بابری مسجد کو بھی ملک کی آزادی کے وقت کے اختیار کردہ اصول کے مطابق مسجد ومندر یا تاریخی مقامات جس حیثیت میں تھے اس کو بھی برقرار رکھے جانے کے اصول سے طے کردیا جاتا، اور انتظامیہ اس کو نافذ کردیتی تو مسئلہ ختم ہوجاتا۔ لیکن اس میں غفلت اور بے توجہی برتی گئی، اور سیاست دانوں نے اسے اپنے مفاد کا ذریعہ بنالیا، بالآخر اس کو عدالتی

انصاف طلبی کے راستہ پر ڈالا گیا اور دیر لگتی چلی گئی، دیر ہونے کے ساتھ بتدریج اس میں سیاسی مقصد طلبی نے اس کو پورے ملک کا مذہبی و جذباتی مسئلہ بنادیا، اور وہ غیر معمولی اہمیت کی طرف بڑھتا گیا، اور اس میں سیاسی غرض مندی نے معصوم عوام کے جذبات بھڑکا کر اس کے نام پر مذہبی تناؤ اور ٹکراؤ کی فضا عام کردی، اور شرانگیزی اتنی بڑھی کہ عمارت کو ہندو احیائیت پسند لوگوں نے دہشت گردانہ حملہ کے ذریعہ گرادیا، اور اس کو دونوں فرقوں کے درمیان سخت تناؤ کا مسئلہ بنادیا۔

اس مسئلہ کے اس سطح تک پہونچنے میں اصحاب اقتدار کی بے توجہی اور فرقہ پرست سیاسی قیادت کی طالع آزمائی دونوں کا دخل رہا تھا، اور صوبائی عدالت کی سست کارروائی نے مزید دشواریاں پیدا کردیں، بالآخر فیصلہ آیا تو اس نے مزید پیچیدگی پیدا کردی، جس کے حل کے لئے اب ملک کی اعلیٰ عدالت سے رجوع ہونے کی ضرورت پڑ گئی۔

بابری مسجد کی تاریخی عمارت گرنے پر جو فسادات برپا ہوئے، اس کو دیکھتے ہوئے کچھ لوگ ملک میں امن وسلامتی کے بگڑنے کے ڈر سے مسلمانوں کو اپنی صدیوں سے قائم اس مسجد سے دست بردار ہونے کو کہہ رہے ہیں، وہ اس مشورے میں اس بات کو بھی نظر انداز کررہے ہیں کہ صوبائی عدالت کے فیصلہ میں جس اصول کو بنیاد بنایا گیا ہے، وہ اصول اگر عدالت کا تسلیم شدہ اصول قرار دیا گیا تو بابری مسجد جس کشمکش اور خطرہ میں مبتلا ہے، اس خطرہ میں ملک کی سینکڑوں مساجد آجائیں گی، کیونکہ اکثریت کے فرقہ پرور ملک کی درجنوں مسجدوں پر اپنا مطالبہ پہلے سے کرتے آرہے ہیں، تو اس عدالتی فیصلہ کے اصول سے ان فرقہ وارانہ ذہن کے قائدین کو قانونی حق حاصل ہوجائیگا، اور وہی کیا بلکہ بعض مکانات اور بعض قبرستانوں تک کو اپنے قبضہ میں لینے کا ان کو حق مل جائیگا، اور ان کو اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کے لئے مزید میدان مل جائیں گے، اور مسلمانوں کو برابر کے جو شہری حقوق حاصل ہیں، اپنی عبادات اور دیگر مقاصد کے لئے قائم کردہ مقامات کی حفاظت کی جو دستوری آزادی ہے، وہ عملاً تو کیا قانوناً بھی منسوخ ہونے لگے گی، صوبائی عدالت میں اپنایا جانے والا یہ نکتہ ملک کے اصحاب اقتدار کیلئے بھی لمحۂ فکریہ ہے، اور عدالت علیا سے تو رجوع کیا ہی جارہا ہے، دیکھنا ہے کہ وہ اس خطرہ کو کتنی اہمیت سے دیکھتی ہے۔

صوبائی عدالت کے فیصلہ میں عوامی دہشت گردی کا وہ عمل بھی نظر انداز کردیا گیا، جو بابری مسجد کی تاریخی عمارت کو حملہ کرکے توڑنے کی صورت میں سامنے آیا تھا جو خود ایک بڑا جرم تھا، حالانکہ اس کو محفوظ کرنے کا عدالت سے بھی حکم موجود تھا۔ بابری مسجد کا مسئلہ ایک مذہبی مسئلہ ہونے کے ساتھ ایک جارحانہ اور غاصبانہ عمل کا مسئلہ بن گیا ہے، ضرورت ہے کہ حقدار کو اس کا حق ملے۔

ہندو مذہب میں عبادت کے لئے جگہ کی ایسی قید نہیں ہے جیسے اسلام میں ہے، وہ کسی بھی جگہ کو اپنی عبادت کی انجام دہی کیلئے اپنا سکتے ہیں، اسلام میں مسجد صرف جائز جگہ پر بنتی ہے اور اس کے لئے جگہ طے ہوجانے پر اس کو ہٹایا نہیں جاسکتا، وہ بنانے والے کی جگہ نہیں رہ جاتی، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہوجاتی ہے۔

بابری مسجد کے مسجد ہونے کی پوزیشن صدیوں سے چلی آرہی تھی، اور اس کو خود ہندوؤں نے صدیوں تسلیم کیا اور مسجد سمجھا، کئی صدی بعد اچانک ہندو فرقہ پرست اہل سیاست نے اس کو اختلافی مسئلہ بنادیا اور حکومت وقت نے تغافل برتا، اگر ہندو اہل سیاست اس کو مسئلہ نہ بناتے تو ان کے مذہبی اصول کے خلاف بھی نہ ہوتا اور مسلمانوں کے لئے مذہبی حق تلفی کا سبب بھی نہ بنتا لیکن نہ تو اقتدار پر متمکن ذمہ داروں نے توجہ کی اور نہ ہندو فرقہ پرست سیاست دانوں نے مسئلہ کو خطرناک مرحلہ تک پہونچانے سے گریز کیا، اس طرح ملک کے ذمہ داروں نے ایک سیدھے سادے مسئلہ کو ایک بہت بڑے ٹینشن تک پہونچادیا، جو کسی بھی طرح ملک کی یکجہتی اور ترقی کی فضا قائم کرنے کے مفاد میں نہیں تھا۔ ملک کے ذمہ داروں نے اگر شروع میں ہی یہ اصول اپنایا ہوتا کہ آزادی کے دن جو عبادت گاہیں اور مقامات جس حیثیت میں تھیں ان کی اس حیثیت کو برقرار رکھا جائیگا تو اس اصول سے بابری مسجد کو باہر رکھنا صحیح نہیں تھا۔

بہرحال مسلمانوں کے سامنے صورت حال یہ ہے کہ اکثریتی فرقہ کی مذہبی پسند کو ملک کے سیکولر وجمہوری ڈھانچے اور دستور میں کہاں تک قابل عمل اصول قرار دیا جائے گا، اور اگر ایسا ہوا تو اس سے مسلمانوں کے مذہبی حقوق کو کتنا نقصان پہونچے گا؟ اس کے تدارک کے لئے جو کیا جاسکتا ہے انہیں وہ کرنا چاہئے، لہذا ملک کی اعلیٰ عدالت میں جانے کی جو گنجائش باقی ہے وہ اختیار کی جارہی ہے، اس سلسلہ میں جو بھی فیصلہ آئے گا، مسلمانوں کے لئے اس کی اہمیت ہے، اس سے یہ بات طے ہوسکے گی کہ ملک کے سیکولر دستور کی بنیاد پر مسلمان اپنے مذہبی معاملات میں صاحب اختیار ہیں یا نہیں؟ اس سے محروم ہونے پر ان کی اس ملک میں کیا حیثیت بنتی ہے اس کو دیکھنا ہے۔

۞۞۞

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اداریہ

ہماری ذمہ داری

(مولانا) سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

وقت تیزی سے گزرتا ہے، دن، ماہ و سال سب رواں دواں ہوتے ہیں، کچھ پہلے ہم ۲۰۱۰ء میں تھے، اب ہم ۲۰۱۱ء کے نئے سال میں ہیں، وقت کو گویا پَر لگا ہوا ہے، اس کی پرواز تیز ہے، اللہ کی طرف سے ہمیں جو موقع، فرصت اور کشادگی کے لمحات میسر ہیں وہ اس لیے ہیں کہ ہم ان کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسے تعمیری اور نیک کاموں میں لگائیں، خود اپنی شخصیت کی تعمیر، اسلام کی سربلندی، سماج کی اسلامی بنیادوں پر اٹھان اور بناؤ اور اللہ کی اس زمین میں خیر و صلاح کو فروغ دینے کی کوشش زیادہ سے زیادہ کریں، اللہ نے جو صلاحیت اور قوت ہمیں عطا کی ہے اس کا تقاضا ہے کہ زیادہ محنت، سرگرمی اور منصوبہ بندی کے ساتھ ہم کام کریں، یہی وقت و حالات کا مطالبہ ہے۔

کسی بھی عمارت کی تعمیر، منصوبہ، وقت، محنت، سرمایہ نیز ان ضروری چیزوں کا تقاضا و مطالبہ کرتی ہے جن کے بغیر اس کی تعمیر کا تصور ممکن نہیں، اسی طرح فرد کی تعمیر اگر اسلامی اقدار و اخلاق نیز قرآن و سنت کی بنیادوں پر کرنا ہو تو اس میں بھی جگر سوزی، دماغ سوزی، لگن، تڑپ، محنت، تسلسل اور قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ہندوستان میں اسلام کی بقاء، اس کا تحفظ، اس کی نشر و اشاعت، اس کی دعوت کی عمومیت اور اس میں پھیلاؤ، نیز اسلامی احکام کا نفاذ اور اسلامی شریعت پر عمل درآمد اور شعائر اسلامی کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اور آپ لگن اور حوصلہ کے ساتھ آئندہ آنے والے ایام میں زیادہ بہتر انداز سے کام کرنے اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

مسلم پرسنل لا کا تحفظ کسی تنظیم یا ادارہ کا کام نہیں بلکہ یہ ملت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ شعوری طور پر اس کو جاننے، سمجھنے کی کوشش کرے اور پوری توجہ، دلجمعی اور قوت کے ساتھ اسے اپنی زندگی میں نافذ کرے، اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرے اور علماء حق سے مربوط ہو۔ ہندوستان میں اسلام کے عائلی نظام کا نفاذ مسلم معاشرہ میں اسی وقت ممکن ہے جب کہ تمام کلمہ گو ان امور، مسائل، احکام اور حقوق سے واقف ہوں جو شریعت نے واجب کیے ہیں، اور جن کی ادائیگی کی ذمہ داری اہل ایمان پر رکھی ہے۔ ایک بہتر معاشرہ کی تشکیل اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہر گھر اور ہر خاندان میں خالص اسلامی بنیادوں پر اصلاح و تربیت کا عمل تیز نہ ہو جائے۔

بورڈ کے ارکان، اس کے مدعوئین خصوصی، ائمہ مساجد، علماء، معاونین اور خطباء سے بطور خاص یہ گزارش ہے کہ وہ اپنے طور پر اپنے اثر و رسوخ، طاقت و قوت، صلاحیت و استعداد کو استعمال میں لاتے ہوئے نئی نسل، طلبا، نوجوان کی ذہن سازی کی فکر کریں اور اس جانب توجہ دیں۔ اسلامی ذہن سازی اور فکری تربیت سے یہ مراد ہے کہ ہر نوجوان اور اسکول و کالج کے پڑھنے والے بچے بچیوں لڑکے لڑکیوں کو بنیادی اسلامی تعلیمات فراہم کرانے کی فکر کی جائے۔ اس بات کی کوشش کی جائے کہ نئی نسل قرآن کو پڑھ لے؛ اس لیے اسکول جانے والے بچوں اور بچیوں کی قرآن کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے اور اس کا نظم بنایا جائے۔ یہ بات اس وجہ سے کہی جارہی ہے کہ ہندوستان کے ایسے جدید اسکول اور ان میں پڑھنے والے مسلم بچے اور بچیاں قرآن کی تعلیم سے نابلد اور بے بہرہ رہتے ہیں۔ یہ صورت حال اچھی نہیں ہے اور اس کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کی تعلیم کے ساتھ بنیادی عقائد کی تعلیم اور سیرت نبوی اور سیرت صحابہ اور صحابیات کا مطالعہ کرانے کی طرف توجہ دی جائے۔ گویا ذہنی اور فکری تربیت ایک اہم اور بڑا موضوع ہے اور اس سے متعلق بہت سے عملی پروگرام ہوسکتے ہیں جن کا خاکہ بنانے اور اس پر عمل کرنے کی تجویز دی جاتی ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے محدود وسائل کے ساتھ اس میدان میں کام کر رہا ہے لیکن اس کی کوششوں کو آگے بڑھانے کے لیے اور اسے ترقی دینے کے

لیے سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔ الحمدللہ ہندوستانی مسلمانوں کی تائید اسے حاصل رہی ہے لیکن عملی جدوجہد کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ نئے سال میں اور زیادہ اچھی منصوبہ بندی کے ساتھ ہم اور آپ اپنی زندگی کو قرآن وسنت کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق بنانے، ڈھالنے اور سنوارنے کی کوشش کریں گے کہ یہی دین کا تقاضا ہے اور یہی مقصود بھی ہے۔

سب سے معقول اور قابل عمل بات یہ ہے کہ جب ہم اور آپ پورے طور پر اسلامی شریعت اور اسلامی احکام کو معاشرہ میں نافذ کردیں گے اور دینی تقاضوں کے مطابق معاشرہ کو سنوار دیں گے اور اس میں پائے جانے والے تمام انحرافات کو ختم کردیں گے تو پھر خارج سے اور بیرون سے پیدا ہونے والے خطرات، اندیشے، دباؤ یہ سب چیزیں ختم ہوجائیں گی یہاں تک کہ کوئی بھی طاقت کہیں سے بھی مداخلت نہیں کرسکے گی، خواہ وہ حکومت ہو یا عدلیہ ہو یا کوئی اور ایجنسی ہو مگر شرط یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے معاشرہ کو اور خود اپنے آپ کو صحیح طریقہ پر اسلامی احکام کا پابند بنائیں اور اپنی زندگی، اپنے خیالات، اپنے معمولات اور اپنے معاملات، اپنی خانگی اور ازدواجی زندگی، گھریلو زندگی میں شریعت کو برتر حیثیت دیں اور اسی کو ہر مرحلہ پر مقدم رکھیں تو پھر بیرون سے ہونے والی کوششیں جو اسلامی قوانین کو کمزور کرنے یا ان کی غلط تعبیر کرنے کے تعلق سے ہوتی ہیں یا ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں، ان سب سے تحفظ ہوجائے گا۔ لیکن جب تک ہم خود معاشرہ کی اصلاح نہیں کرتے اور ان حالات کو کیفیات، انحرافات اور کمزوریوں کا جائزہ نہیں لیتے جس کے نتیجہ میں ہماری زندگی اور ہمارا معاشرہ بے عملی، تضاد کا شکار ہوگیا ہے۔

بورڈ سے وابستہ تمام ارکان، مدعوئین خصوصی، وابستگان اور اس کے بہی خواہان، ائمہ، علماء، اساتذہ، ادباء اور عام اہل ایمان سب یہ جانتے ہیں کہ انسانی زندگی میں تبدیلی، دل اور فکر کی تبدیلی سے رونما ہوتی ہے، یعنی تبدیلی و تغیر کا آغاز انسان کے قلب سے ہوتا ہے؛ اگر دل پاک و صاف اور آلائشوں سے خالی ہوتا ہے نیز شیطانی وساوس اور برے خیالات کی آماجگاہ بننے سے بچتا ہے تو وہ خیر کا منبع بن جاتا ہے، کیونکہ اس کے اندر حق کو قبول کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے، پھر یہی قلب اللہ کے حکم کے آگے جھکتا ہے اور اللہ کے ذکر سے آباد ہوتا ہے، جب دل پورے طور پر اللہ کی جانب اور اس کے احکام کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو پھر دماغ بھی اس کی پیروی کرتا ہے پھر اس کی ایک واضح فکر اور سوچ بنتی ہے اور یہی سوچ اس کی زندگی کو ایک متعین رخ عطا کرتی ہے؛ اس لیے ہمیں سب سے زیادہ اپنے دلوں میں تقوی کو پیدا کرنا چاہئے اور اس کے لیے کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ جب دل میں کجی یا اس پر زنگ لگنا شروع ہوتا ہے یا وہ بیمار ہوجاتا ہے تو پھر اس کا عکس انسان کی زندگی میں جھلکتا اور ظاہر ہوتا ہے۔ داعیوں، مربیوں اور سلف صالحین کی اس موضوع پر خاصی توجہ رہی ہے کہ ایک مومن اور مسلم کو اپنی زندگی میں اللہ کا رنگ لانے کے لیے اپنے دل کی حالت میں تبدیلی کس طرح لانی چاہئے۔ تمام اصلاحی اور دینی کوششوں کی جہت بھی یہی رہی ہے اور یہیں سے شخصیت میں نکھار بھی پیدا ہوتا ہے۔

بورڈ اپنے قیام کے وقت سے لے کر آج تک مسلسل یہ کہتا رہا ہے کہ دین کی سربلندی اور اسلام کا احیاء اور اہل ایمان کی شوکت و طاقت کا ظہور و اظہار اور غلبۂ دین یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب انفرادی و اجتماعی سطح پر مسلمانوں کی زندگی میں تبدیلی آئے اور یہ تبدیلی الفاظ سے نہیں آسکتی اور نہ محض زبانی باتوں سے آسکتی ہے؛ یہ تبدیلی تو اندرون سے آتی ہے اور پوری شخصیت پر چھاجاتی ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کا آپ سے یہی مطالبہ ہے کہ اسلامی قوانین واحکام سے آپ واقف ہوں اور مسلم پرسنل لا کو جاننے اور پڑھنے کی کوشش کریں تاکہ بآسانی عمل کرسکیں۔ اس سلسلہ میں کوشش ہونی چاہئے کہ ہم خواتین کے اجتماعات منعقد کریں۔ یہ اجتماعات محلّہ کی سطح پر بھی ہوسکتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بھی ہوسکتے ہیں۔ اس میں خواتین کے حقوق سے متعلق مستند اور معتبر کتابیں پڑھ کر سنائی جائیں تاکہ مسلم خواتین ان تمام قانونی اور شرعی پہلوؤں سے واقف ہوسکیں جس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ائمۂ مساجد بھی مساجد میں اہم منتخب کتابوں کے ابواب پڑھ کر سناسکتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ عام مسلمانوں کو خواتین کے حقوق کے بارے میں مکمل واقفیت ہوسکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسلام کے عائلی قوانین سے متعلق اہم ابواب کو جستہ جستہ پڑھ کر سنائیں تاکہ لوگ احکام سے واقف ہوسکیں۔

مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)

مرتب: محمد وقارالدین لطیفی ندوی

سال ۲۰۱۰ء کے نصف آخر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرگرمیوں پر مشتمل مختصر خاکہ حسب ذیل ہے:

قانون حق اطفال برائے لازمی مفت تعلیم

اورنگ آباد مجلس عاملہ کے اجلاس کے فیصلہ کے مطابق بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ارکان بورڈ کی خدمت میں خطوط رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ کے سلسلہ میں بھیجے جس پر جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب حیدرآباد، مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب لکھنؤ، مولانا محمد الیاس بھٹکلی صاحب، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب پٹنہ اور جناب سراج ابراہیم سیٹھ صاحب بنگلور نے خصوصی توجہ دی اور اپنے حلقۂ کار میں RTE پر قانونی مجلس طلب کی، ساتھ ہی ایکٹ کے متعلق قانون دانوں علماء اور دانشوروں کی رائے سے مطلع فرمایا، سبھوں کی رائے اس سلسلہ میں متفقہ تھی کہ یہ ایکٹ مدارس اور دستور ہند کی دفعہ ۲۹، ۳۰ کے تحت چلنے والے اداروں کے لئے خطرناک ہے اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد قانوناً مدارس کا قائم کرنا اور چلانا اور ۱۴؍سال تک کی عمر کے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کا نظم قائم کرنا ممکن نہیں رہے گا ساتھ ہی اس ایکٹ کی عمل آوری کے بعد دستور ہند کی دفعہ ۲۹ ۳۰ کے تحت چلنے والے ادارے کی خود مختاری عملاً متاثر ہوتی رہے گی یہ بھی واضح ہے کہ یہ ایکٹ دستور ہند کی بنیادی حقوق سے ٹکراتا ہے۔

۲؍جولائی ۲۰۱۰ء کو دہلی کا اجلاس سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی دعوت پر منعقد ہوا، جس میں مختلف مقامات سے آئی آراء کے ساتھ قانون کے متن پر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی اور اس حقیقت پر سب مطمئن ہوئے کہ یہ قانون دستور ہند کی دفعہ ۲۶، ۲۹، ۳۰ سے ٹکراتی ہے، مدارس کیلئے انتہائی خطرناک ہے اور دستور ہند کی دفعہ ۳۰ کے تحت کام کرنیوالے تعلیمی اداروں کو نقصان پہونچانے والا اور ان کی خصوصیات کو ختم کرنیوالا ہے۔

مختلف ملی جماعتوں نے بھی ایکٹ کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا، ایک وفد کے ساتھ سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ملاقات جناب کپل سبل صاحب سے ہوئی اور انہوں نے وضاحت کے ساتھ اس ایکٹ کے ایجابی حصوں کی تعریف کرتے ہوئے ایکٹ کی خرابیوں اور منفی اثرات کو وزیر محترم کے سامنے پیش کیا جس کے نتیجے میں انہوں نے اپنی خفگی کا اظہار بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ آپ ایک ہفتہ میں جو چاہتے ہیں اسے لکھ کر دیدیں چنانچہ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اگلے دن ۳؍اگست ۲۰۱۰ء اپنے خط کے ساتھ مطلوبہ ترمیم کے الفاظ لکھ کر بھیجدیا جو درج ذیل ہے:

<u>Suggestions in the RIGHT TO EDUCATION Act 2009</u>

This enactment is welcome and commendable measure by the Union Government, to provide free and compulsory education to every child and leave no one uneducated at least up to elementary level. We appreciate the resolve of the UPA government to establish schools imparting this education throughout the country within a span of three years.

it is necessary to say that the Act does not save the institutions, imparting religious instruction and education from adverse and crippling effect of its provisions and drastically interferes with rights of the minorities to establish and administer educational institutions of their choice. This Act has created unrest in the religious communities and minorities. Therefore we suggest the following amendment to be added in the Right to

Education Act as Sec.39

"Section 39: Saying:

"Nothing contained in this Act shall apply to any institutions imparting religious instruction and education established or to be established and maintained or to be maintained under the protection of Article 26 and to any minority educational institutional established under the protection of Articles 29, and 30 of the constitution of India and education imparted to a child in the afore mentioned institutions shall be considered sufficient compliance of the obligation of the Central Government, Local Authority, Guardian, Parent, and the right of child to education under this Act"

We think that this addition in the Right to Education Act will sufficiently address the constitutional guaranty provided under Article 29 and 30 of the Indian Constitution.

اس موضوع پر عام واقفیت کیلئے سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ایک تفصیلی مضمون لکھا، جسے ملک کے تقریباً تمام اردو اخباروں نے شائع کیا۔ اور اسکی تلخیص انگریزی اخبارات میں بھی شائع ہوئی، ساتھ ہی رسالہ کی شکل میں بھی اسے کئی اداروں نے شائع کیا۔ اس مقالہ کی اشاعت سے لوگوں کو معاملہ کی اہمیت اور قانون کی خرابیوں اور دوررس اثرات کا اندازہ ہوا۔

ان کوششوں اور بورڈ کے واضح موقف اور مسلسل جدو جہد نے پورے ملک کی ذمہ دار شخصیتوں، اقلیتی اداروں اور مدارس اسلامیہ کیلئے غور وفکر اور اقدام وعمل کیلئے واضح راہ متعین کردی ہے۔ اور اس قانون کے متعین صحیح صورتحال سامنے آگئی۔

۲۳/۱۱/۲۰۱۰ء کو وزارت فروغ انسانی وسائل حکومت ہند نے گائڈ لائن جاری کیا، مسلم پرسنل لا بورڈ اور ملی تنظیموں کے موقف کے پیش نظر وزارت تعلیم حکومت ہند نے گائڈ لائن جاری کیا۔ سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ایک وفد کے ہمراہ جناب کپل سبل سے ملاقات کی۔ گائڈ لائن کے اجرا پر ان کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی کہا کہ گائڈ لائن یہ بتاتا ہے کہ ہم لوگوں کے خدشات درست تھے اور اسی وجہ سے گائڈ لائن کی ضرورت آپ نے محسوس کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ گائڈ لائن کا اجراء زخم پر پھاہا ہے علاج نہیں، جب تک ایکٹ میں ترمیم نہیں ہوگی اور تمام اقلیتی تعلیمی اداروں کو اس قانون سے مستثنیٰ نہیں کیا جائیگا ہمیں اطمینان نہیں ہوگا، جناب کپل سبل نے فرمایا کہ اگلے سیشن میں ایکٹ میں ترمیم کی جائے گی سکریٹری بورڈ نے کہا کہ یہ گائڈ لائن نہ صرف یہ کہ ایک کمزور چیز ہے بلکہ وہ مکمل طور پر درست بھی نہیں ہے اس لئے بورڈ نے ترمیم کا جو مسودہ پیش کیا ہے اس کے مطابق RTE میں ترمیم ہونی چاہئے یہ بورڈ کا مطالبہ ہے اور آئین ہند کا تقاضہ ہے۔ جناب کپل سبل نے وعدہ کیا کہ ترمیم مرتب کرتے وقت بورڈ کے مسودہ کو سامنے رکھا جائیگا۔

وقف ایکٹ میں ترمیم کے لئے جدو جہد

مسلم پرسنل لا بورڈ کے نمائندوں نے وقف ایکٹ میں ترمیم کے سلسلہ میں مسلم ارکان پارلیمنٹ سے کانسٹی ٹیوشن کلب میں مؤرخہ ۴/اگست ۲۰۱۰ء کو ملاقات کی جسمیں جناب سلمان خورشید صاحب وزیر اقلیتی امور، محترم اسدالدین اویسی صاحب (ایم پی)، محترم سلطان صاحب، محترم مولانا محمد اسرارالحق قاسمی صاحب، محترم مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب ارکان بورڈ، جناب شریف شارق صاحب، جناب محمد شفیع صاحب، جناب عزیز پاشا صاحب، جناب عبدالرحمٰن صاحب، جناب ای ٹی محمد بشیر صاحب، جناب صابر علی صاحب ارکان پارلیمنٹ اور جناب عبدالخالق صاحب سکریٹری جنرل (ایل جی پی) نے شرکت فرمائی، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے بورڈ کی نمائندگی کی، اور اپنے موقف کو واضح کیا۔

بورڈ کے وفد نے وزیر برائے اقلیتی امور جناب سلمان خورشید صاحب سے مزید تبادلہ خیال کے بعد نائب صدر جمہوریہ ہند سے بھی ملاقات کی جو راجیہ سبھا کے چیئر مین ہوتے ہیں اور وقف ایکٹ کو اب راجیہ سبھا سے ہی منظور ہونا تھا۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے جناب کمال فاروقی صاحب رکن مجلس عاملہ

بورڈ کے ساتھ جناب کے رحمٰن خانصاب ڈپٹی چیئرمین راجیہ سبھا اور جناب احمد پٹیل صاحب مشیر امور سیاسی یو پی اے چیئر پرسن سے ملاقات کی اور کوشش کی کہ وقف ایکٹ سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ ہوجائے، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ کا احساس یہ رہا کہ اس حد تک کی کوشش نتیجہ خیز نہیں ہوگی جس کے نتیجہ میں بعض تدبیر کی گئی یہ بھی واقعہ ہے کہ سابق مرکزی وزیر جناب رام ولاس پاسوان کے مضبوط رویہ اختیار کرنے کے بعد یہ معاملہ جناب کے رحمٰن خانصاحب ڈپٹی چیرمین نے راجیہ سبھا کی سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ کردیا۔ جسکے ارکان درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب پروفیسر سیف الدین سوز صاحب
۲۔ جناب راشد علوی صاحب
۳۔ جناب پرویز ہاشمی صاحب
۴۔ جناب طارق انور صاحب
۵۔ جناب ڈاکٹر پربھا ٹھاکر صاحب
۶۔ جناب مختار عباس نقوی صاحب
۷۔ جناب پرکاش جاوید کر صاحب
۸۔ جناب انل مادھو دیو صاحب
۹۔ جناب بلوندر سنگھ بھونڈر صاحب
۱۰۔ جناب محمد امین صاحب
۱۱۔ جناب مُنقاد علی صاحب
۱۲۔ جناب محمد ادیب صاحب
۱۳۔ جناب ڈاکٹر بلچند رامونگیکر صاحب

بورڈ کے وفد، جس میں مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، جناب نجمی وزیری ایڈوکیٹ صاحب شریک تھے، سلیکٹ کمیٹی کے سامنے مؤرخہ ۴؍نومبر ۲۰۱۰ کو پیش ہوئے اور اپنا موقف کمیٹی کے سامنے واضح کیا اور بتایا کہ ایکٹ اور بورڈ کے موقف میں بہت نمایاں فرق کیا گیا ہے:

وقف ترمیمی بل ۲۰۱۰ء میں بنیادی اختلاف کے نکتے

	وقف ایکٹ (۲۰۱۰ء) میں کہا گیا:		مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف:
۱	وقف کی جائداد کے انخلاء کیلئے پبلک پریمسیز ایکٹ نافذ کرنے پہ ایکٹ خاموش ہے	۱	موقوفہ جائداد کو خالی کرانے کیلئے پبلک پریمسیز ایکٹ نافذ کیا جائے۔ (تب ہی یہ ایک مؤثر ہوگا)
۲	ناجائز قبضہ اور متولی کی تعریف ادھوری ہے	۲	بورڈ نے ناجائز قبضہ اور متولی کی جامع تعریف کی۔
۳	غیر رجسٹرڈ وقف عدالتی چارہ جوئی سے محروم	۳	رجسٹریشن ہونا چاہئے مگر (الف) غیر رجسٹرڈ وقف عدالتی چارہ جوئی سے محروم نہ ہوں (ب) جو وقف جائداد ہے، جو ماضی میں وقف رہے ہیں اور جو مستقبل میں ہوں گے، ہر ایک کا رجسٹریشن برابر جاری ہے۔
۴	غیر رجسٹرڈ وقف کے لئے وقف کمشنر اور متولی قصوروار نہیں	۴	متولی اور وقف کمشنر سروے افسر کو قصوروار ٹھہرایا جائے۔
۵	موقوفہ جائداد کا ہبہ یا فروختگی ناممکن	۵	ہبہ نہیں ہونا چاہئے، مگر بہت خاص حالات میں وقف کو فروخت کرکے مقاصد وقف اور منافع وقف کی حفاظت کیجائے۔
۶	مسجد، مقبرہ، امام باڑہ، درگاہ، قبرستان کا اکوزیشن ہوسکتا ہے	۶	اکوزیشن سے مسجد، مقبرہ، امام باڑہ، درگاہ، قبرستان کو علٰیحدہ رکھا جائے۔
۷	وقف بورڈ سے مسلم تنظیموں کی نمائندگی ختم	۷	دو مشہور تنظیموں کے عہدہ داروں کو رکن بنایا جائے۔
۸	وقف بورڈ میں ٹاؤن پلانر، بزنس مینیجر اور ماہر زراعت کا نمائندہ ہو	۸	غیر ضروری ہے۔
۹	وقف بورڈ کا ایک ممبر ڈپٹی سکریٹری رینک کا ہو	۹	غیر ضروری ہے۔
۱۰	غیر مسلم وقف نہیں کرسکتا	۱۰	غیر مسلم وقف کرسکتا ہے۔
۱۱	وقف سروے کا کام ان اوقاف پر ہوگا، جو ایکٹ کے نفاذ کے وقت وقف کی شکل میں ہوں	۱۱	شرعی قانون اور سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کہ جو جائداد ایک بار وقف ہوگئی وہ وقف باقی رہیگی، اسلئے ماضی اور حال کے تمام اوقاف کا سروے ہو، اور سروے کا سلسلہ جاری رہے۔

۱۲	واقف اور وقف علی الاولاد کی تعریف غیرواضح	۱۲	واضح تعریف ہونی چاہئے۔
۱۳	اوقافی جائداد میں ریونیو ریکارڈ بنیادی ہوں گے	۱۳	اوقافی جائداد میں وقف رجسٹر کی حیثیت بنیادی ہوگی ریونیو ریکارڈ اسی لحاظ سے درست کئے جائیں۔ اسلئے کہ وقف جائداد کو سروے ریکارڈ میں عام طور پر سرکاری کارندے سرکاری زمین یا اسی طرح کی کوئی چیز لکھ دیتے ہیں۔ جسطرح بعض صوبوں میں قبرستان کوکبیرا ستھان لکھا گیا ہے۔

چیرمین سلیکٹ کمیٹی جناب پروفیسر سیف الدین سوز صاحب نے بورڈ کا موقف سننے کے بعد وزارت قانون اور وزارت اقلیتی امور کے نمائندوں سے چند سوالات کئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ وقف کی جائیداد کے انخلاء کے لئے پبلک پریمیسیز ایکٹ نافذ کرنے میں وزارت کی کیا رائے ہے۔افسروں نے کہا کہ پبلک پریمیسیز ایکٹ صوبائی قانون ہےاس لئے ایسا قانون بنانا صوبوں کا دائرہ کار ہے۔اس نازک موقع پر بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے واضح کیا کہ پبلک پریمیسیز ایکٹ صرف صوبے کانہیں مرکز کا بھی ایکٹ ہے اورمرکزی وزارت،راجیہ سبھا کوگمراہ کرنا چاہ رہی ہے۔

مختلف سطحوں پرکوشش جاری ہےاورذمہ داروں سے ملاقات کی جارہی ہےاورمختلف صوبوں میں اوقاف کی صورتحال اوروہاں کے قانون کے جائزہ کا کام جاری ہے۔

ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل ۲۰۱۰ء

وزارت خزانہ میں پچھلے سال سے ہی انکم ٹیکس ایکٹ میں ترمیم کا مسودہ زیرغور ہےاورممکن ہے کہ اگلے سیشن میں اسے حتمی شکل دیکر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور کرا لیا جائے۔ اس سلسلہ میں وزارت خزانہ نے ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل ۲۰۱۰ء مرتب کرلیا ہےاورابھی یہ بل جس شکل میں ہے اقلیتی اداروں اورمدارس اسلامیہ کیلئے مشکلات کھڑا کرنے والا ہے،ایکٹ کے سلسلہ بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے مرکزی وزیرخزانہ مسٹر پرنب مکھر جی کو واضح خط لکھا ہے جسمیں انہوں نے یوسف حاتم مچھالا کنو یز قانونی جائزہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مرتب کردہ تفصیلی رپورٹ بھی پیش کردی ہے۔مجلس عاملہ کے فیصلہ کے بعداس ایکٹ پرمزید اقدام کیا جائیگا۔ سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے جو خط ۲۰/نومبر ۲۰۱۰ء لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:

Dear Sri Mukharjee.

Kindly accept my heartiest congratulations on your various recent achievements in different fields and on different important issues of national importance and that of congress party as well. I pray for your good health, long life and prosperity.

I would like to draw your kind attention towards **Direct Taxes Code Bill, 2010.** I am furnishing below my views over the aforesaid Bill and request you to envisage the pros and cones of the said Bills in detail and also critically examine its after-effects. I would also like to inform you that All India Muslim Personal Law Board is also examining it in detail and is likely to submit its report in this regard soon.

My observations are placed below point-wise for your perusal:

1. Direct Taxes Code Bill, 2010 makes drastic changes/alterations in the tax regime in respect of Public Religious Trusts and Public Charitable Trusts. Briefly stated under the Income Tax Act,

benefits of such charities are made available to general public or not.

4. Now the Direct Taxes Code Bill, 2010 has introduced drastic changes in the tax regime on Public Religious Trusts and Public Charitable Trusts. The provisions of the Bill deprives Public Religious Trust the benefit of exemption from income tax on the ground that it will not be "non-profit organization" as its benefits are confined to a particular religious denomination.

5. Secondly, Public Charitable Trust created before 1.4.1962 will loose the exemption from income tax which it had hitherto enjoyed on the same ground, viz; its benefits are reserved only for the members of a particular religious denomination.

6. Thirdly the Public Charitable Trust created post 1.4.1962 will also loose benefits of the exemption from the income tax on the ground that through the Trust as a matter of law was created for general public, its benefits have not reached to "general public".

7. This situation requires to be remedied.

8. The detailed note on the subject as prepared by Mr. Y. H. Muchhala, Senior

1961, all the religious trusts whenever established are exempted from the payment of income tax even though the beneficiaries of such religious trusts are from a particular religious denomination.

2. However, Public Charitable Trusts are divided into two categories, one created prior to 1.4.1962 and the other created post 1.4.1962. So far pre 1.4.1962 Public Charitable Trusts are concerned, the same enjoy exemption from income tax even though beneficiaries thereof are from a particular religious denomination.

3. Post 1.4.1962 Public Charitable Trust, enjoy the benefit of exemption from income tax only if the benefits of such charities are not available to whole general public and not confined to a particular religious denomination. Therefore, post 1.4.1962, Public Charitable Trusts have been created for general public, but the management of such Trusts under the scheme of management remained with the members of a particular religious denomination. In such cases, no enquiry was made by the Income Tax Department as to whether the actual

Advocate is enclosed which is self explanatory.

Under the aforesaid facts and circumstances I would request you to be kind enough to make necessary changes, where ever needed, to suit the Pre' 62 and Post' 62 beneficiaries of religious and charitable trusts.

ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل ۲۰۱۰ کے متعلق قانون دانوں کا یہ احساس ہے کہ یہ مسودۂ قانون اشخاص اور افراد سے متعلق ہے۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ قانون کے جو الفاظ ہیں اسکے غلط معنی پہنانے کی بہت گنجائش موجود ہے۔ اور علاقائی افسران ان الفاظ کے رہتے ہوئے مساجد اور مدارس کو بھی پریشان کر سکتے ہیں، اور اس مسودہ قانون کا براہ راست تعلق اقلیتی تعلیمی اداروں، مذہبی اور رفاہی اداروں سے ہے، اس مختلف الجہات مسودہ قانون کے پیش نظر سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ادارہ کے ذمہ داروں اور ملک کے مستقبل کیلئے فکر مند قانون دانوں سے اپیل کی ہے، کہ وہ بل کا جائزہ لیں۔ اور بورڈ کو اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔

❁ جولائی تا ستمبر کا شمارہ منظر عام پر آنے کے بعد ۳۰ر ستمبر ۲۰۱۰ کو بابری مسجد کیس کے حقیت کے مقدمہ کا فیصلہ سامنے آیا اور اس فیصلہ کے بعد بورڈ کی طرف سے اب تک کئے جانے والے اقدامات کا مختصر ذکر ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے بورڈ کی لیگل کمیٹی اور بابری مسجد لیگل سب کمیٹی کی ایک مشترکہ میٹنگ ۹ر اکتوبر کو منعقد ہوئی جس کی مختصر رپورٹ اور قرارداد حسب ذیل ہے:

بابری مسجد لیگل سب کمیٹی ولیگل کمیٹی مشترکہ میٹنگ کی رپورٹ:

۹ر اکتوبر ۲۰۱۰ء کو بابری مسجد لیگل سب کمیٹی اور بورڈ کی لیگل کمیٹی کی ایک مشترکہ نشست بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں درج ذیل افراد شریک ہوئے:۔

ایڈوکیٹ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب، کنوینر لیگل کمیٹی، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب، کنوینر بابری مسجد کمیٹی، جناب سید شہاب الدین صاحب رکن بابری مسجد کمیٹی، جناب کمال فاروقی صاحب، رکن بابری مسجد کمیٹی، جناب اسدالدین اویسی صاحب، رکن مسلم پرسنل لا بورڈ، جناب عبدالقدیر صاحب ایڈوکیٹ، رکن لیگل کمیٹی، جناب حذیفہ احمدی صاحب ایڈوکیٹ، رکن لیگل کمیٹی، جناب شکیل احمد سید صاحب ایڈوکیٹ، رکن مسلم پرسنل لا بورڈ، جناب نیاز فاروقی صاحب ایڈوکیٹ، سکریٹری جمعیت علماء ہند، انیس سہروردی صاحب ایڈوکیٹ، سپریم کورٹ، جناب مشتاق احمد صاحب ایڈوکیٹ، ایڈوکیٹ سپریم کورٹ، ایس ایم اے کاظمی صاحب ایڈوکیٹ، سابق ایڈوکیٹ جنرل اترپردیش، مشتاق احمد صدیقی صاحب ایڈوکیٹ، ایڈوکیٹ الٰہ آباد ہائی کورٹ لکھنؤ بنچ، بہار الدین برقی صاحب ایڈوکیٹ، رکن لیگل کمیٹی مسلم پرسنل لا بورڈ۔

سب سے پہلے محترم جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب نے ایڈوکیٹ سدھارتھ شنکر رے، ایڈوکیٹ عبدالمنان (مرحوم) ایڈوکیٹ ظفریاب جیلانی، ایڈوکیٹ مشتاق احمد صدیقی کی اس مقدمہ میں انتھک محنت، جانفشانی اور کوششوں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ایک قرارداد پیش کی جسے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔

بابری مسجد قضیہ پر الٰہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ کے فیصلے کے تعلق سے اس بات پر سب کا اتفاق تھا کہ اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جانا چاہئے، اس سلسلے میں درج ذیل دلائل سامنے آئے۔

۱۔ یہ فیصلہ قانون کے مسلمہ اصولوں اور قانون شہادت وقانون ملکیت کے بجائے آستھا کی بنیاد پر دیا گیا۔

۲۔ فیصلہ میں مصدقہ اغلاط ہیں۔

۳۔ فیصلہ خطرناک مضمرات کا حامل ہے، اگر فیصلہ کو چیلنج نہیں کیا گیا تو یہ آئندہ کے لئے ایک نظیر بن سکتا ہے۔

۴۔ محکمہ آثار قدیمہ کی رپورٹ پر ملک کے نامور ماہرین آثار قدیمہ کی تنقید کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا۔

۵۔ بورڈ یہ کہہ چکا تھا کہ وہ عدالت کے آخری فیصلہ کو مانے گا، لہٰذا عدالت عالیہ جانے کی بات وہ پہلے ہی طے کر چکا ہے، شرعاً بھی ہم اس کے مجاز نہیں ہیں کہ مسجد کی زمین کسی بھی مقصد کے لئے (کجا کہ وہ بت خانہ بنانے کے لئے ہو) ہبہ کر دیں یا اس سے دست بردار ہو جائیں۔

۶۔ اب یہ فیصلہ بورڈ کو کرنا ہے کہ وہ اس مقدمہ میں Intervene کرے

گا یا سنی سنٹرل وقف بورڈ کے مقدمہ کی پیروی پر اکتفا کرے گا۔

اس کے بعد دوسرے سوال پر گفتگو ہوئی، ضابطہ دیوانی کی کس دفعہ کے تحت سپریم کورٹ جانا چاہئے؟ ایڈوکیٹ مشتاق احمد صدیقی صاحب کی رائے یہ تھی کہ ضابطہ دیوانی (CPL) کی دفعہ 96 کے تحت جانا چاہئے، جس سے زیادہ وسیع کینوس پر مقدمہ لڑنے کا موقع حاصل ہوجاتا ہے۔ ٹرائل کورٹ کے طرز پر ہی کیس چلتا ہے، تاہم دیگر احباب کی رائے تھی کہ سیکشن 109 کی رو سے اس کا موقع نہیں ہے۔ اگر سیکشن 96 کے تحت سپریم کورٹ جاتے ہیں تو فیصلہ کی سرٹیفائیڈ کاپی ملنے کے بعد سے ایک ماہ کے اندر درخواست دینی پڑتی ہے۔ اگر سیکشن 132 کے تحت مقدمہ داخل کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں 60 دن کی مہلت ملتی ہے اور اگر 136 کے تحت SLP داخل کی جاتی ہے، تو ایسی صورت میں تین ماہ کی مدت ملتی ہے۔

اس بات پر اتفاق ہوا کہ چونکہ اس کیس میں سنی سینٹرل وقف بورڈ کے علاوہ سات اور مدعیان ہیں، اس لئے حکمت عملی کے طور پر ایک مدعی کی جانب سے سیکشن 96 میں درخواست دی جائے اور باقی فریقوں کی جانب سے سیکشن 132 اور 136 کے تحت اپیل کی جائے اور تمام پارٹیوں کو ایک دوسرے کی اپیل میں Respondent بنایا جائے، تاکہ اگر کسی کی پٹیشن خارج ہو تو وہ دوسری پٹیشن میں بھی موجود رہے۔ طے پایا کہ مشتاق صاحب اور جیلانی صاحب کی ٹیم ۴۵ دن کے اندر پٹیشن تیار کرے گی۔ قانونی حکمت عملی پر تفصیلی غور وخوض کے بعد طے پایا کہ چونکہ مقدمہ سے متعلق تمام اہم ریکارڈ لکھنؤ میں موجود ہیں، اس لئے چار جونیئر وکلاء کی ایک ٹیم یہاں موجود رہے جو ہمارے وکلاء کی رہنمائی میں کام کرے، پورے کام کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

۱۔ ایک ٹیم Date and (Chronology of events) events تیار کرے۔ یہ کام محترم جیلانی صاحب اور مشتاق صاحب بآسانی کرسکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس مقدمہ کے تمام پہلوؤں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

۲۔ دوسری ٹیم Grounds of Appeals تیار کرے۔ ایڈوکیٹ عبدالقدیر صاحب نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ اپیل کے لئے گراؤنڈ تیار کردیں گے۔

۳۔ سپریم کورٹ میں جن قانونی نکات پر مقدمہ منتقل ہونا ہے انہیں تیار کیا جائے۔

کچھ جونیئر وکلاء کو دہلی اور لکھنؤ میں فیصلہ پڑھنے پر مامور کیا جائے۔ کم از کم 5 Designated سینئر وکلاء اور 4 سینئر وکلاء کو سپریم کورٹ میں Engage کیا جائے۔

سپریم کورٹ کے لئے ایک ایسے باصلاحیت فرد کو تلاش کیا جائے جو اچھی ڈرافٹنگ کرسکتا ہو۔

سپریم کورٹ میں سینئر وکلاء کے ناموں پر گفتگو ہوئی۔ کئی نام زیر بحث آئے، اور طے پایا کہ سپریم کورٹ کے سینئر اور اچھے وکلا کو engage کیا جائے۔ بورڈ کے علاوہ اگر دیگر مسلم جماعتیں بھی اس مقدمہ میں Intervene کرنا چاہیں تو وہ بھی کرسکتی ہیں۔ اس طرح ہمیں کئی اچھے وکلاء کی خدمات حاصل ہوسکتی ہیں۔

مجلس عاملہ:

الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ کے بابری مسجد حقیت کے غیر یقینی فیصلہ پر بورڈ کی بابری مسجد ولیگل کمیٹی کے بعد ہنگامی طور پر بورڈ کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ ۱۶ را کتوبر ۲۰۱۰ء کو صدر بورڈ محترم کی صدارت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عباسیہ ہال میں صبح دس بجے سے منعقد ہوئی جس کی مختصر روداد اور اس میں منظور کی جانے والی قراردادوں کو ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

اس اجلاس میں ۴۱ ر ارکان مجلس عاملہ اور مدعو حضرات نے شرکت کی۔

❁ صدر محترم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ مجلس عاملہ کا یہ اجلاس ایک ایسے موقع پر منعقد ہورہا ہے کہ پوری امت کی نظر اس پر لگی ہوئی ہے، ہم کو یہ بات پیش نظر رکھنی ہے کہ برسوں کے بعد جو نتیجہ سامنے آیا اس نے ذہنوں کو بہت متأثر کیا ہے، موجودہ فیصلہ سے ہم دوسرے درجے کے شہری بن جاتے ہیں، ہندوستان کے آئین نے جو آزادیاں اور جو حقوق دئے ہیں ان سے مایوسی ہورہی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شریعت کی حفاظت کا ایک اجتماعی ادارہ ہے۔ اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ مسائل پر تبادلۂ خیال کرنا چاہئے، اختلاف فطری ہے مگر دوسروں کی رائے کو سننا چاہئے اور اجتماعیت کو اہمیت دینی چاہئے۔ جو مسئلہ درپیش ہے اس میں ہم کو بڑی حکمت سے فیصلہ کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔

❁ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ نے بابری مسجد میں الہ آباد

ہائیکورٹ کی لکھنؤ بنچ کے فیصلوں کے بعض اہم نکات بیان کئے انہوں نے بتایا کہ دو ججس نے متنازعہ جگہ کا مسجد ہونا تسلیم کیا ہے تیسرے جج نے اس کو مندر ہی تسلیم کیا ہے۔(بابر بادشاہ اس زمین کا مالک تھا کوئی دوسرا دعویدار نہیں ہوسکتا مگر اس پہلو پر ہم کو کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوسکا۔ بابرنامہ میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ایک جج صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بابر ہی اس زمین کا مالک تھا۔) جناب جیلانی صاحب نے مزید کہا کہ آج یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مسلمان سپریم کورٹ میں جائیں یا نہ جائیں۔ اپیل کی کیا صورت ہوگی۔ کون اپیل کریں گے۔ کیا بورڈ انٹروینشن کرے گا؟۔ ان پر ہم کو غور وفکر کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب سینئر ایڈوکیٹ نے کہا کہ ۹/ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو دہلی میں لیگل کمیٹی کی میٹنگ ہوئی تھی جس میں یہ طے کیا گیا کہ اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جائے۔ فیصلہ عقیدہ کی بنیاد پر ہوا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ اس کو چیلنج نہ کیا گیا تو ہماری عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کے لئے مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔ ہم کو سپریم کورٹ ضرور جانا چاہئے، (یہ ہماری مجبوری بھی ہے اور حق بھی۔) ججس نے فیصلہ انصاف کے اصولوں اور قانون کے تحت نہیں دیا ہے بلکہ مصالحت کاری کا انداز اختیار کیا ہے یہ سمجھ کر کہ فریقین اس کو تسلیم کرلیں گے اگر ایسا ہوگا تو قانون کا وقار متاثر ہوگا۔ جو الہ آباد ہائیکورٹ کے فیصلہ کو تسلیم کر لینے یا بات چیت کرنے کی بات کہتے ہیں دراصل وہ شکست خوردہ فکر میں مبتلا ہیں، اس ملک میں قانون کی بالادستی کو برقرار رکھنے، اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت حاصل کرنے اور دستور کے بنیادی اقدار کا تحفظ کرنے کے لئے الہ آباد ہائیکورٹ کے فیصلہ کو چیلنج کرنا مسلمانان ہند کا حق ہے، (ان کی مجبوری بھی ہے اور ان کا فرض بھی ہے)۔(یاد رہے کہ کچھ عرصہ پہلے آر۔ ایس۔ ایس کے ترجمان ’آرگنائزر‘ میں تین ہزار سے زائد مساجد اور درگاہوں کی فہرست شائع ہوئی تھی جس پر ہندوتوا وادیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ مندر تھے۔)

❁ ارکان عاملہ کی گفتگو کے بعد اتفاق رائے سے اس مسئلہ پر حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی:

1. The Executive felt that the Judgment suffers from number of infirmities.The hon'ble Court has given precedence to rule of faith over rule of law. The Executive Committee of AIMPLB considers it to be the right and obligation of the Indian Muslims to challenge the judgment in the Apex Court and remove distortions introduced by the judgment in the basic values of the Constitution and in the established norms of the jurisprudence.

❁ مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ اس فیصلہ میں کئی ایک نقائص ہیں، فاضل عدالت نے آستھا کے اصول کو قانون کی عمل داری کے اصول پر فوقیت دی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ اس کو ہندوستانی مسلمانوں کا حق اور فریضہ سمجھتی ہے کہ اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جائے تاکہ اس فیصلہ کے ذریعہ آئین کی بنیادی قدروں اور عدل گستری کے مسلمہ اصولوں میں کی گئی تبدیلیوں کو دور کیا جاسکے۔

سپریم کورٹ سے رجوع ہونے کے طریقہ کار اور اس کی صورتوں کے تعین کے لئے اجلاس نے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری صاحبان کو مجاز گردانا کہ وہ ایک کمیٹی تشکیل کر کے یہ اختیارات اس کے حوالے کریں:

۲۔ مجلس عاملہ نے ان عدالتی کارروائیوں کے اخراجات کے سلسلہ میں طے کیا کہ لیگل ڈیفنس فنڈ قائم کیا جائے۔

۳۔ مجلس عاملہ نے یہ بھی طے کیا کہ بابری مسجد مقدمہ کی حقیقی صورتحال سے واقف کرانے کے لئے ملک کے اہم مقامات پر سمینار منعقد کئے جائیں جن میں غیر مسلم ماہرین قانون، مؤرخین اور ماہرین آثار قدیمہ کو مدعو کیا جائے

❁ اطفال کے حق ابتدائی تعلیم قانون کے بارے میں جو یکم/ اپریل ۲۰۱۰ء سے نافذ العمل ہو چکا ہے۔ سکریٹری بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے بتایا کہ اس قانون کے بارے میں ان کی ایک مرتبہ تحریر تمام ارکان کو بھیجی گئی جس میں تمام پہلوؤں کا مدلل انداز میں جائزہ لیا گیا ہے، یہ ایکٹ دستور کے آرٹیکل ۳۰ کو نظر انداز کر کے بنایا گیا ہے۔ یہ ایکٹ نہ ملک کے لئے مفید ہے اور نہ ہی اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق سے ہم آہنگ ہے۔ متعلقہ وزیر کپل سبل صاحب سے بات ہوئی تھی ان کو ترمیم مرتب کر کے دیدی گئی، انہوں نے وعدہ کیا کہ ایکٹ میں ترمیم کی جائے گی۔ دہلی میں منعقدہ ایک کنونشن میں بھی انہوں نے اس کا اعلان کیا بعض عیسائی تنظیموں نے مقدمہ بھی کردیا ہے اس موضوع پر اجتماعات، سمینارس وسمپوزیم

ہونا چاہئے اور حکومت پر دباؤ بنائے رکھنا چاہئے۔ ارکان کے اظہار خیال کے بعد مولانا عبدالعلیم بھٹکلی صاحب نے مفتی اشرف علی صاحب کی سرپرستی میں کرناٹک میں مولوی عبدالشکور قاسمی صاحب نے کیرالا میں جناب رحیم الدین انصاری صاحب نے آندھراپردیش بالخصوص حیدرآباد میں مولانا عبدالوہاب پاریکھ صاحب نے ناگپور میں اس ایکٹ کے خلاف پروگرام رکھنے کا وعدہ کیا۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ ۲۱/اکتوبر ۲۰۱۰ء کو دہلی میں ارکان پارلیمنٹ کی نشست رکھی جائے گی۔ قانون وقف میں ترمیموں کے بارے میں مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے بتایا کہ ۳/جولائی ۲۰۱۰ کو سلمان خورشید صاحب سے ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے ہماری کئی تجاویز سے اتفاق کیا۔ لیکن وہ مکر گئے اس لئے کوشش یہ کی گئی کہ یہ ترمیمی بل راجیہ سبھا سے منظور نہ ہو چنانچہ اس سلسلہ میں نائب صدر جمہوریہ اور نائب صدر نشیں راجیہ سبھا کے۔ رحمٰن خاں صاحب سے ملاقاتیں کی گئیں چنانچہ یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔ سلیکٹ کمیٹی میں انشاء اللہ بورڈ کی تجاویز کو پیش کیا جائے گا۔

❁ سپریم کورٹ میں زیر دوراں مقدمات کے بارے میں جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب نے بتایا کہ دارالقضا کے خلاف دائر کردہ رٹ میں ہمارا جواب داخل ہو چکا ہے، وزیر اعظم سے بھی نمائندگی کی گئی تھی چنانچہ حکومت کا جواب بھی ہماری موافقت میں ہے۔ متبنّٰی کے مسئلہ پر شبنم ہاشمی صاحبہ کی رٹ کا جواب بھی داخل ہو چکا ہے۔ دہلی ہائیکورٹ کے ہم جنسی کو جائز قرار دینے کے فیصلے کے خلاف ہم سپریم کورٹ سے رجوع ہو چکے ہیں کیونکہ سنگین اخلاقی گناہ اور جرم کو جائز قرار دینے کے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے۔ مطلقہ کے نفقہ کے مسئلہ میں دانیال لطیفی کیس کا فیصلہ ملک میں خلاف شریعت فیصلوں کی بنیاد ہے اس کے لئے جو صورت ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ تک نفقہ مطلقہ کا کوئی کیس آئے تو ہم مداخلت کر کے دانیال لطیفی کیس فیصلہ پر بڑی بنچ کے ذریعہ دوبارہ غور کرنے کی درخواست کریں۔ محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے بتایا کہ کیرالا ہائیکورٹ میں قرآن وسنت سوسائٹی نامی ادارے اور دیگر کی طرف سے ایک رٹ داخل ہوئی ہے جس میں اسلام کے قانون میراث کو چیلنج کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ کے تعلق سے وزیر قانون مسٹر ویرپا موئیلی صاحب سے نمائندگی کی گئی، انہوں نے حکومت کی طرف سے جواب بورڈ کے مشورہ سے تیار کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ صدر بورڈ کی دعا پر یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

قانون دانوں کے ساتھ ایک اہم میٹنگ:

مجلس عاملہ مؤرخہ ۱۶/اکتوبر کے فیصلہ کے مطابق بابری مسجد مقدمہ کے فیصلہ کے سلسلہ میں بورڈ کی طرف سے کئے جانے والے اقدامات کے بارے میں صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری بورڈ کو اس کی ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ ماہرین قانون کے ساتھ ایک نشست بلائیں اور اس سلسلہ میں ایک لائحہ عمل طے کریں، چنانچہ صدر بورڈ محترم نے یکم/تا ۳/نومبر ۲۰۱۰ء بمقام مہمان خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں ایک میٹنگ بلائی جس کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے:

❁ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر بورڈ) کی صدارت میں یہ میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مندرجہ ذیل امور طے پائے۔

''طے پایا کہ سپریم کورٹ میں مقدمہ کے تمام امور کی نگرانی کے لئے ''بابری مسجد قانونی کمیٹی'' (Committee on Babri Masjid) کی جدید تشکیل دی جائے، جس کے ارکان حسب ذیل ہوں گے۔ Legal Committee علی حالہ باقی رہے گی جو اپنا کام انجام دیتی رہے گی۔''

ارکان کمیٹی

۱۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب (چیئرمین)
۲۔ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب
۳۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب (کنوینر)
۴۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
۵۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب (ایڈوکیٹ)
۶۔ جناب مشتاق احمد صدیقی صاحب (ایڈوکیٹ، لکھنؤ)
۷۔ جناب مولانا فضل الرحیم مجددی ندوی صاحب
۸۔ جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب
۹۔ جناب شاہد حسین خاں (نمائندہ صدر بورڈ)
۱۰۔ جناب عبدالقدیر صاحب ایڈوکیٹ، الٰہ آباد

سپریم کورٹ میں دائر پہلی اپیل:

۱۴/دسمبر ۲۰۱۰ء کو سپریم کورٹ آف انڈیا میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے پہلی اپیل داخل کی گئی، اس اپیل کے داخل کرنے کے بعد حسب ذیل انگریزی و اردو میں پریس کو بیان جاری کیا گیا:

described by the Mahants of Nirmohi Akhara as Mosque and not as the birth place of Lord Ram in the suits filed in 1885 and 1941. The Court failed to appreciate that the building was always called and treated as Babari Masjid by both, Hindus and Muslims. Mr. Justice Sudhir Agarwal and Mr. Justice D.V.Sharma failed to hold that if a temple standing on that land had been demolished to construct a mosque less than 50 years before Tulsi Das wrote Ram Charit Manas at Ayodhya, there was no reason for not mentioning the said fact in his famous book. In this case the Muslim parties conceded that Hindus believe that Lord Ram was born in Ayodhya but uptill Dec. 1949 they did not believe that the central dome of Babri Masjid was the exact place of birth and it was also not taken into consideration that Ayodya has Ram Janam Asthan temple to the north of the place of Babri Masjid at a distance and Ram Chabutra in the outer court yard of the mosque was claimed and believed to be the birth place of Lord Ram and in the cases regarding Ram Chabutra, the existence of the mosque was already admitted in 1885 by the Mahant, representing all other Mahants and Hindus of Ayodhya. The appeal said this fact was sufficient enough for the High Court to dismiss the suits of Hindu parties as the Judgments of

New Delhi 4-12-2010

The Sunni Central Board of Waqfs, U.P. has challenged the Judgment of Allahabad High Court (Lucknow Bench) in Babri Masjid case in Supreme Court of India. In this appeal filed to-day the Sunni Central Board of Waqfs, U.P . has said that the Judgment of the High Court is based upon belief and faith of a section of Hindu Community and is not in accordance with law of the land, oral and documentary evidences and even government records have been ignored. The Judgment is an attempt to convert myth into history. In the memo of appeal settled by senior counsel Dr. Rajiv Dhawan Advocate and prepared by Advocates Mr. Shakeel Syed and Mr. M.R. Shamshad and Board's counsel in the case Mr. Zafaryab Jilani Advocate, the Judgments delivered by all three Judges Mr. S.U.Khan J, Mr. Sudhir Agarwal J and Mr. D.V. Sharma J have been critically analyzed to prove that the judgments are based an presumptions and absolutely illegal, self contradictory and against basic features of the constitution. The High Court did not appreciate that the so-called belief of a section of Hindus regarding birth place of Lord Ram being inside Babri Masjid could in no way be said to be centuries old or continuing from even one century as this place had been

from various levels. The Court should have taken ASI to took for neglecting its direction to record the number and wherever possible size of bones and glazed ware which was brought to India by Muslims. Instead the Court relies on the ASI report ignoring the objections raised and testimonies of reputed archeologists and historians. The Sunni Central Waqfs Board has also complained that the court has misquoted or distorted the contentions of its counsels Mr. Zafaryab Jilani and Mr. Mushtaq Ahmad Siddiqui Advocates in the Judgment and has without reason or rhym brought those subjects which were not controversial. to the fore. There was no dispute between the parties that Babri Masjid was constructed in 1528 at the command of Babar and about the genuineness of inscriptions in the mosque. The remark that the Indian sub-continent was under attack and invasion by outsiders for almost a thousand and more years in the past and had continuously been looted by them and the wealth was driven out of the country; shows not only the set of the judge Mr. Sudhir Agarwal's mind but also his ignorance of history of medieval India, when India was not governed from outside and there was no occasion for taking wealth outside. The U.P. Sunni Central Board of Waqfs, asserts that 1885 and 1886 are binding on them. The finding of these Judges that Babri Masjid was either constructed after demolishing a temple or on the ruins of an old temple does not hold water as this finding is based on the opinion of the team of Archaeological Survey of India and not on what was found after the excavation. The Excavators of ASI claim to have found 4 floors, 4th floor being the lowest. This floor and the 3rd floor are of lime mixed with brick crush, known as surkhi, which was standard Muslim style: The ASI has not cited a single example of any temple of pre-Mughal times having such lime surkhi floor- About the heavy structures of North South Walls on both floors, archaeologists of well repute have deposed that these are the remains of Qanati Masjid or Eidgah as they have niches towards west in them which were Mehrabs (place where the Imam stands to lead the congregational prayers). The appeal castigates the ASI for depicting in its opinion purely Muolim structures as Hindu structures. Moreooer the court in considering the ASI report failed to appreciate that bones of large and medium size animals(cattles, sheeps and goats) are sure signs of animals being eaten which rules out existence of any Ram temple there. The report admits that animal bones have been recovered

Muslims used to offer Friday prayers as well as five time prayers in Babri Masjid from the date of construction till 22nd December in 1949, when idols of Ram and Sita were stealthily and surreptitiously placed in the mosque and entry of Muslims was prevented by the administration. It is travesty of Justice by the High Court, that inspite of oral evidence of Muslims and some witnesses of Hindu parties and 53 documents brought on record by both the parties, it gave finding to the contrary. The Sunni Central Waqf Board has prayed Supreme Court to set asisde all three Judgments in the cases to restore the dignity of Justice upholding constitutional norms.

نئی دہلی: ۱۴ر دسمبر ۲۰۱۰ء

سنی سنٹرل بورڈ آف وقفس یوپی نے الہ آباد ہائیکورٹ کی لکھنؤ بنچ کے بابری مسجد کیس میں فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا ہے، اس اپیل میں جو آج داخل کی گئی سنی سنٹرل بورڈ آف وقفس نے کہا ہے کہ ہائیکورٹ کا فیصلہ ہندوؤں کے ایک طبقہ کے عقیدہ پر مبنی ہے اور ملک کے قانون وزبانی ودستاویزی شہادتوں کے مطابق نہیں ہے اور اس میں سرکاری ریکارڈ کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ فرضی داستانوں کو تاریخ میں تبدیلی کرنے کی کوشش ہے۔ اس اپیل کو قطعیت سینئر وکیل ڈاکٹر راجیو دھون نے دی ہے اور ایڈوکیٹس جناب شکیل سید و جناب ایم آر شمشاد نے لکھنؤ کیس میں وکیل جناب ظفریاب جیلانی کے ساتھ مل کر تیار کیا ہے۔ تینوں جج جسٹس ایس-یو-خان، جسٹس سدھیر اگروال اور جسٹس ڈی-وی شرما کے فیصلوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ فیصلے مفروضات پر مبنی ہیں اور قطعی طور پر غیر قانونی، باہم متضاد اور دستور ہند کے بنیادی تصورات کے خلاف ہیں۔ ہائیکورٹ نے اس پر غور نہیں کیا کہ بابری مسجد کی درمیانی گنبد کے نیچے شری رام جی کی پیدائش ہونے کا عقیدہ کسی طرح قدیم نہیں قرار دیا جا سکتا جبکہ سو سال پہلے بھی اس عقیدہ کے نہ ہونے کا ثبوت ان مقدمات سے ملتا ہے جو نرموہی اکھاڑے نے 1885 اور 1941 میں دائر کئے تھے جس میں بابری مسجد کو مسجد تسلیم کیا گیا تھا اور شری رام جی کی جائے پیدائش نہیں بتایا گیا۔ ہائیکورٹ نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ اس عمارت کو ہمیشہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے بابری مسجد کہا ہے۔ فاضل جج مسٹر سدھیر اگروال اور مسٹر ڈی۔وی شرما نے اس بات کو سمجھا تک نہیں کہ اگر تلسی داس جی کے رام چرت مانس (تلسی رامائن) لکھنے سے صرف (۵۰) سال پہلے کسی مندر کو توڑ کر مسجد بنائی گئی ہوتی تو کیا وہ اس کا غم ناک ذکر اپنی اس مشہور کتاب میں نہ کرتے۔ مسلم فریقوں کی طرف سے یہ اعتراف کیا گیا کہ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ شری رام ایودھیا میں پیدا ہوئے لیکن 1949 تک کسی کا عقیدہ نہیں تھا کہ وہ مسجد کی درمیانی گنبد کے نیچے کی جگہ پیدا ہوئے۔ ججس نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ بابری مسجد کے شمال میں کچھ فاصلہ پر رام جنم استھان مندر ایودھیا میں موجود ہے اور بابری مسجد کے بیرونی احاطہ میں واقع رام چبوترہ کو بھی شری رام کی پیدائش کی جگہ مانا جاتا ہے۔ رام چبوترہ کے بارے میں 1885 میں دائر مقدمہ میں جو چبوترہ کے مہنت نے دیگر مہنتوں اور تمام ہندوؤں کی نمائندگی کرتے ہوئے دائر کیا گیا تھا مسجد کی موجودگی کو تسلیم کیا گیا ہے اور مسجد ہی 1885 اور 1886 کے عدالتی فیصلوں کی بنیاد ہے۔ اس بناء پر یوپی سنی سنٹرل وقف بورڈ کی اپیل میں کہا گیا ہے کہ ہائیکورٹ کا یہ فیصلہ کہ ''بابری مسجد یا تو مندر کو توڑ کر بنائی گئی یا منہدمہ قدیم مندر کی جگہ پر بنائی گئی'' بالکل غلط ہے۔ یہ آثار قدیمہ کے محکمہ کی رپورٹ میں دی گئی رائے پر مبنی ہے نہ کہ اس رپورٹ میں کھدائیوں میں پائی گئی چیزوں اور حقیقتوں پر۔ محکمہ آثار قدیمہ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کھدائی کرنے والوں نے اس جگہ کے نیچے 4 فرش پائے۔ چوتھا فرش سب سے نیچے ہے اور تیسرا اور چوتھا فرش چونے اور اینٹوں کے برادے سے جس کو سرخی کہا جاتا ہے بنایا گیا ہے۔ سرخی کا استعمال مسلمانوں نے شروع کیا۔ آثار قدیمہ کی رپورٹ میں مغلوں کے دور سے پہلے کے ایک بھی مندر کی مثال نہیں دی ہے جس میں سرخی استعمال کی گئی ہو۔ دونوں فرشوں پر شمالاً جنوباً بھاری دیواروں کے بارے میں ملک کے معروف ماہرین آثار قدیمہ نے عدالت میں گواہی دی کہ یہ قناتی مسجد یا عیدگاہ کے آثار ہیں کیونکہ ان میں مغرب کی جانب دیوار نیم دائروی ہو جاتی ہے اور یہ

عبادت گاہ کا محراب ہے۔ اپیل میں آثار قدیمہ کی ٹیم کی سخت مذمت کی گئی ہے کہ اس نے خالص مسلم تعمیرات کو ہندو تعمیرات ظاہر کیا۔ اس ٹیم کی رپورٹ پر غور کے دوران ہائیکورٹ نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ مویشیوں، بھیڑ و بکریوں کی ہڈیوں کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہاں گوشت کھایا جاتا تھا، ایسی جگہ شری رام کا مندر ہو ہی نہیں سکتا مزید یہ کہ اس رپورٹ میں بتایا گیا کہ مختلف سطحوں پر ہڈیاں پائی گئیں، ہائیکورٹ کو آثار قدیمہ کی ٹیم کی سرزنش کرنی چاہئے تھی کہ اس نے عدالت کی اس ہدایت کو نظر انداز کر دیا کہ ہڈیوں کی تعداد اور ان کے سائز کا اندراج کیا جائے۔ اس کی بجائے عدالت نے مسلم فریقوں کے اعتراضات اور آثار قدیمہ کے مشہور ماہرین کی گواہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس پر اپنے فیصلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ سنی سنٹرل وقف بورڈ نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ فیصلہ میں مسلم فریقوں کے وکلاء جناب ظفریاب جیلانی اور جناب مشتاق احمد صدیقی ایڈوکیٹس کے ادعا کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اور فیصلہ میں ان نکات کو چھیڑا گیا جن میں ہندو مسلم فریقوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ دونوں یہ مانتے ہیں کہ 1528 میں بابر کے حکم سے مسجد تعمیر کی گئی اس مسجد میں لگے کتبوں کے اسی وقت سے ہونے کے بارے میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ فیصلہ میں یہ تبصرہ کہ برصغیر ہند پر ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک بیرونی حملے ہوتے رہے ہیں اور ملک کی دولت کو لوٹا اور بیرون ملک لے جایا جاتا رہا ہے۔ جسٹس سدھیر اگروال کی ذہنی ساخت کو ظاہر کرنے کے ساتھ، عہد وسطی کی تاریخ سے ان کی لاعلمی کو بتاتا ہے کہ کیونکہ اس دور میں کسی نے ملک کے باہر سے حکومت نہیں کی اور ملک کی کوئی دولت ملک کے باہر نہیں گئی۔ یوپی سنی سنٹرل وقف بورڈ نے اپنے ادعا پر زور دیا ہے کہ بابری مسجد کی تعمیر کی تاریخ سے 22 / دسمبر 1949 تک جمعہ کی نماز اور پانچوں وقتوں کی نماز ہوتی رہی ہے اس دن چوری چھپے رات کی تاریکی میں مورتیاں مسجد میں لاکر رکھی گئیں اور انتظامیہ نے مسلمانوں کو اس میں داخلہ سے روک دیا۔ یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ہائیکورٹ نے مسلم اور بعض ہندو گواہوں کی شہادت اور (53) دستاویزات کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔ سنی سنٹرل وقف بورڈ نے سپریم کورٹ سے التجا کی کہ وہ تینوں فیصلوں کو رد کر کے انصاف کے وقار کو اور دستوری اقدار کو بحال کرے۔

کمیٹی آن بابری مسجد کی میٹنگ کی رپورٹ:

انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر پر آل مسلم پرسنل لا بورڈ کی کمیٹی آن بابری مسجد کی میٹنگ مؤرخہ ۹ رجنوری ۲۰۱۱ء کو صبح دس بجے سے رکھی گئی تھی لیکن اس کمیٹی کے ارکان میں سے صرف محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب موجود تھے دیگر ارکان میں سے مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے یہ اطلاع دی تھی کہ وہ اسمیں شرکت نہیں کرسکیں گے۔ جناب شاہد حسین خانصاحب (نمائندہ صدر بورڈ) کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ موسم کی سختی کی وجہ سے علیل ہیں اور شرکت نہیں کرسکیں گے، اس لئے یہ میٹنگ نہ ہوسکی۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب اور جناب مشتاق احمد صدیقی صاحب جو ارکان کمیٹی ہیں ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے اور جناب ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب اتنی تاخیر سے آئے کہ وکلاء صاحبین کی نشست شروع ہوچکی تھی۔ جناب عبدالقدیر صاحب ایڈوکیٹ کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کی ٹرین بہت لیٹ ہے اسلئے وہ میٹنگ میں پہنچ نہیں پائیں گے۔

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے دن سے وکلا اصحاب کی میٹنگ شروع ہوئی جس میں حسب ذیل افراد نے شرکت کی۔

۱۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب
۲۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ
۳۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ
۴۔ جناب مشتاق احمد صدیق صاحب ایڈوکیٹ
۵۔ جناب حذیفہ احمدی صاحب ایڈوکیٹ
۶۔ جناب اعجاز مقبول صاحب ایڈوکیٹ
۷۔ جناب شکیل احمد سید صاحب ایڈوکیٹ
۸۔ جناب ایم۔ آر۔ شمشاد صاحب ایڈوکیٹ
۹۔ جناب ذکی احمد خان صاحب ایڈوکیٹ
۱۰۔ جناب محمد ارشاد حنیف صاحب ایڈوکیٹ
۱۱۔ جناب محمد طیب خان صاحب ایڈوکیٹ
۱۲۔ جناب محمد شاہد انور صاحب ایڈوکیٹ
۱۳۔ جناب سید شاہد حسنین رضوی صاحب ایڈوکیٹ
۱۴۔ جناب احمد شازیب اظہر صاحب ایڈوکیٹ
۱۵۔ جناب محمد شعیب عالم صاحب ایڈوکیٹ

۱۶۔ جناب سید احمد سعود صاحب ایڈوکیٹ

۱۷۔ جناب مسعود عالم جیلانی صاحب ایڈوکیٹ

۱۸۔ جناب ٹی۔شری نواسامُرتھی صاحب ایڈوکیٹ

۱۹۔ جناب پردھومن گوہل صاحب ایڈوکیٹ

۲۰۔ جناب کرن لاہری صاحب ایڈوکیٹ

۲۱۔ جناب رتن رائے صاحب ایڈوکیٹ

۲۲۔ جناب نکول دیوان صاحب ایڈوکیٹ

۲۳۔ مِرنگ پربھاکر صاحب ایڈوکیٹ

۲۴۔ جناب جاوید راشد پٹیل صاحب ایڈوکیٹ

۲۵۔ جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب

اس نشست میں جناب شکیل سید ایڈوکیٹ نے بتایا کہ سنی سینٹرل وقف بورڈ یوپی کی طرف سے داخل کردہ اپیل تصحیح کے لئے واپس کی گئی ہے اور جس طرف سپریم کورٹ کے رجسٹرار آفس نے توجہ دلائی ہے وہ فیصلہ کی ہندی اردو و فارسی زبان میں وہ عبارتیں ہیں جن کا ترجمہ الہ آبادی ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ کے جج صاحبان نے نہیں کیا ہے جناب شکیل صاحب کی اس گفتگو سے ترجمہ کا مسئلہ اور متعلقہ فیصلہ کی یکساں نوعیت کی ایک کاپی تیار کرنے کا مسئلہ زیر بحث آیا، ترجموں اور ان کی جانچ کی ذمہ داری جناب ارشاد حنیف ایڈوکیٹ صاحب نے لی، یکساں نوعیت کے فیصلے کی تیاری کا کام جناب ایم آر شمشاد صاحب ایڈوکیٹ کے ذمہ کیا گیا جو اسکو جناب اعجاز مقبول صاحب ایڈوکیٹ کے تعاون ومشورہ سے مکمل کریں گے، اس گفتگو کے دوران یہ بات بھی آئی کہ انٹرنیٹ پر جو فیصلہ آیا تھا اسمیں جج صاحبان نے بہت سی تبدیلیاں کی ہیں اس مسئلہ کے تعلق سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی تبدیلی ایسی ہے جس سے مفہوم بدلتا ہے اور فیصلہ پر اثر پڑتا ہے تو اسکی نشاندہی کی جائے، یہ بھی اس نشست میں بتایا گیا کہ انیس سہروردی صاحب ایڈوکیٹ جنہوں نے حافظ محمد صدیق صاحب سکریٹری جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے اپیل داخل کی ہے وہ اپیل کی کاپی نہیں دے رہے ہیں اس طرح ان کا رویہ عدم تعاون کا ہے، اس کے بعد جونیئر کونسلس سے مشورہ کا سلسلہ شروع ہوا اور ان سے کہا گیا کہ اپیل کی درخواست کو سماعت کے لئے قبول کرنے (Admission) کے موقع پر جن نکات کو پیش کرنا پڑے گا اسمیں اہم نکتہ آستھا کی قانونی حیثیت کا ہے اس کے تمام پہلوؤں پر یہ وکلاء صاحبین غور کریں اور مواد تیار کریں اور بتائیں کہ الہ آباد ہائی کورٹ نے زبانی اور دستاویزی شہادتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے آستھا کو اہمیت دی ہے جبکہ آستھا کا زمانہ قدیم سے وجود ثابت نہیں ہے۔

دیگر قانونی پہلوؤں پر گفتگو ہوئی جس کے بعد طے پایا کہ وکلاء صاحبین کی نشست ۲۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو منعقد ہوگی اور اگر اس سے پیشتر ان اپیلوں کو سماعت کے لئے قبول کرنے کی تاریخ مقرر ہوجائے تو ایک میٹنگ تاریخ سماعت سے دو یا تین دن پہلے منعقد کرلی جائے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اور یوسف حاتم مچھالا صاحب نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ جو وکلاء صاحبین فیصلے میں قابل اعتراض نکات کی تیاری کررہے ہیں اور جن کو ترجمے کی تصحیح اور جانچ کا کام دیا گیا ہے ان کو فی کس پچاس ہزار روپے فی الوقت بذریعہ اعجاز مقبول صاحب ایڈوکیٹ ارسال کئے جائیں ان وکلاء کی کل تعداد گیارہ ہیں۔ بعد میں اس تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

یہ نشست ظہرانہ پر اختتام پذیر ہوئی۔

وفیات:

ارکان بورڈ جناب الحاج ابوبکر سیٹھ (میسور)، مولانا عمید الزماں کیرانوی (دہلی)، مولانا غلام رسول خاموش (دیوبند) مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

غیر ارکان میں بعض اہم شخصیات پروفیسر وصی احمد صدیقی معتمد مال و نائب ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث علامہ عثمان غنی صاحب، بابری مسجد مقدمات میں دلچسپی لینے والے جناب اسلم بھورے صاحب، جامعہ طبیہ دیوبند کے بانی پروفیسر حکیم شمیم احمد سعیدی، مولانا خالد غازی پوری ندوی کی اہلیہ محترمہ، رکن بورڈ مولانا شاہ قادری مصطفیٰ رفاعی ندوی کی اہلیہ محترمہ اور بورڈ کے نائب صدر حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب سجادہ نشیں کچھوچھہ شریف کے خسر جناب سید محمد شمیم صاحب اس دار فانی سے جدا ہوگئے اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

This document was created with Win2PDF available at http://www.win2pdf.com.
The unregistered version of Win2PDF is for evaluation or non-commercial use only.
This page will not be added after purchasing Win2PDF.